

# سپہ سالارِ اعظم

مفتی محمد رفیع اللہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے بزرگ و برتر نے ساری کائنات کے لئے رہبر و ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ آپ خدا کا آخری پیغام لیکر دنیا میں مبعوث ہوئے۔ اس لئے تھا صلئے قدرت یہ تھا کہ آپ کی شخصیت ہر حیثیت سے کامل و مکمل ہو۔ ایک عظیم مصلح و ہادی میں انسانی کمالات جس حد تک عقلاً متصور ہو سکتے تھے، سب کے سب رب العزت نے آپ کی ذاتِ اقدس میں ودیعت فرمادیئے تھے۔

جزیرہ نمائے عرب کے جس ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی تھی، دوسری باتوں کے علاوہ انسانی خون سے ہوئی کھیلنا، بات بات پر خونریز لڑائیاں اور پھر نسل در نسل ان لڑائیوں کا جاری رہنا اور ہزاروں بے گناہ لوگوں کا اس میں قتل ہو جانا، معمولی باتیں تھیں۔ اسلام نے جہاں ان کی دوسری وحشیانہ حرکتوں کی اصلاح کر کے ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، وہاں میدانِ جنگ میں بھی اس نے مفید اور قابلِ قدر اصلاحی اقدامات کئے۔

جنگ، حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے وحشت اور بربریت کا ایک بھیانک ڈرامہ تھی اور بس۔ نہ اس کے کچھ حدود تھے، نہ اخلاقی ضابطے۔ جب آپ نے مظلوم اور سستی ہوئی انسانیت کے دفاع کے لئے میدانِ جہاد میں قدم رکھا تو اس کو بھی ایک عبادت بنا دیا۔

آپ نے عساکرِ مسلمین کو حکم دیا کہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، بیماروں اور گوشہ نشین لوگوں پر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ آپ نے یہ حکم بھی دیا کہ صرف ان لوگوں سے لڑیں جو لڑنے میں پہل کریں دوسرا فریقِ صلح کی درخواست کرے، تو اس کی درخواست کو رد نہ کریں۔ آپ نے سمجھایا کہ مسلمان

کی شمشیر زنی نہ مالِ غنیمت کے لئے ہے نہ کشور کشائی کے لئے۔

ۛ شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی! (اقبال)

یہ تو ارشادِ خداوندی کی روشنی میں صرف اور صرف اس لئے ہے کہ

”اگر اللہ تعالیٰ ایک کے ذریعہ دوسرے کی مدافعت نہ کرتا تو ان راہبوں کی خلوت گاہیں،

سہود و نصاریٰ کے عبادت خانے، مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا

جاتا ہے، سب ڈھا دیئے جاتے۔“

بعض مستشرقین کا یہ الزام سراسر جہالت اور اسلام دشمنی پر  
جنگ ایک ناگزیر ضرورت

مبنی ہے کہ اسلام اپنی مستحکم روحانی اقدار کے بجائے زور

شمشیر سے پھیلا ہے۔ اسلام نے بلاشبہ جنگ کی اجازت دی ہے مگر جارحیت اور استعماری

مقاصد کے لئے ہرگز نہیں، اسلام صرف اس وقت ہتھیار اٹھانے کو جائز قرار دیتا ہے جب ہتھیار

اٹھانے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے اور جہاں انسانی قواعد اتفاق رائے سے ہتھیار اٹھانے

کو ضروری قرار دیں۔ آج اس نام نہاد مہذب دور میں کسی حکومت پر اگر جنگ مسلط کر دی جائے

اور دشمن طاقت کے نشہ میں حالت امن میں رہنے کے لئے تیار نہ ہوں تو کیا دوسرے فریق کو اس کھلی

جارحیت کے سامنے خاموش تماشا بن کر کھڑے رہنے اور اس جارح قوت کے ہاتھوں اپنی تباہی

کا منظر دیکھنے کی تلقین کی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی باشعور انسان اس جارحیت کو برداشت

نہیں کرے گا، اور دوسرے فریق کو ہتھیار اٹھانے، اور ظالم کو اس کے ظلم کا مزہ چکھانے کی

اجازت دے گا، اور خاموش تماشا بن کر رہنے کو قومی خودکشی قرار دے گا۔

جن لوگوں نے غیر جانبدارانہ طور پر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے، ان کو اس نتیجے پر پہنچنے

میں کوئی وقت نہیں ہوتی ہوگی کہ اسلام نے دنیا سے ظلم اور انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال

کے خلاف جنگ کی اجازت دی ہے اور جہاں یہ مقصد حاصل ہو گیا وہیں اس نے جنگ کی ممانعت

کر دی اور بے جا انسانی خون کو بہانا ناقابل معافی جرم قرار دیا۔ ارشادِ قرآنی ہے:

”اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد ناپود ہو جائے اور (ملک میں) خدا ہی کا دین

ہو جائے اور اگر وہ (فساد سے) باز آجائیں، تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہیے“ لے

اور پیغمبر اسلام نے فرمایا:

”مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں، جب وہ یہ کہہ دیں گے، تو مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیں گے، سوائے حق اسلام کے، اور ان کا حساب خدا کے حوالے ہے۔“ لے

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے کبھی بھی دوسرے کے سر جنگ تھوپنے کی کوشش، یا اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی، بلکہ مسلمانوں کو اس پر مجبور کر دیا گیا ہے اور صرف اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی ان کو اجازت دی گئی ہے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں نہیں، بلکہ ہجرت بنوی اور مدینہ منورہ میں مستقل اسلامی ریاست کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی مشرکین قریش اور دوسرے عرب قبائل کی طرف سے مسلمانوں پر ابتداءً جنگ مسلط کی گئی اور مسلمانوں کو دفاع میں لڑنا پڑا۔ خندق اور دوسری لڑائیاں اس کی شاہد ہیں۔ بلکہ پیغمبر اسلام کی حیاتِ طیبہ میں لڑی جانے والی جنگوں پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کئی جنگ بھی جارحانہ نہیں ہے۔ آپ نے صرف دفاعی جنگیں لڑی ہیں، البتہ کبھی کبھی دوسرے فریق کی طرف سے نقصِ عہد اور اصرار علی القتال کی صورت میں آپ نے مدافعتاً پیش قدمی بھی کی ہے۔ اسی کو بعض کوتاہ بینیوں نے جارحانہ جنگ کا نام دے کر اسلاف کے خلاف زہر اگلنے اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ کر کے دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ قریش، یہودیوں اور رومیوں کے ساتھ بعض لڑائیاں اسی نوعیت کی تھیں۔ غزوہ تبوک اس کی واضح مثال ہے۔

غزوہ تبوک سب سے آخری مہم ہے جس میں آپ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ ان دنوں دنوں عرب میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ جس سے ملک میں بدامنی اور تباہی کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر سلطنت رومانے مسلمانوں پر ایک پھر لوہ جملہ کرنے کی تیاریاں شروع

کردیں، آنحضرتؐ کو رومیوں کے اس حملے کا قیل از وقت علم ہو گیا، چنانچہ آپؐ نے اس خطرناک دشمن کو ملک کے حدود سے باہر روکنا مناسب سمجھا، اگرچہ مسلمان فحط کے بد اثرات سے پریشان تھے اس کے باوجود تیس ہزار کی جمعیت آپؐ کی ہمرکاب ہوئی اور عرب کے سرحدی شہر تبوک تک جا پہنچی۔ مسلمانوں کی اس مستعدی کو دیکھ کر رومیوں نے یورش کا ارادہ ترک کر دیا اور لشکر اسلام ۲۰ روز تبوک میں قیام کے بعد واپس مدینہ آ گیا۔

ناظرین کو کسی قدر اندازہ ہوا ہو گا کہ اسلام نے جنگ کی اجازت صرف ناگزیر **بے نظیر قائد** حالات میں دی ہے۔ اسلام جس کے نام ہی میں امن و سلامتی کا راز مضمر ہے۔

اس پر یہ الزام کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ وہ جنگ و جدل کو پسند کرتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی شخصیت کوئی جنگجو یا نہ شخصیت نہ تھی۔ اس کے باوجود جب ہم آپؐ کی عسکری قیادت پر نظر ڈالتے ہیں، تو وہ اپنی مثال آپ نظر آتی ہے۔ وہ ہستی جو تیرہ سالہ مکی زندگی میں روحانی اور اخلاقی جدوجہد کے عوض ناقابل برداشت مصائب و آلام کا شکار رہی ہو اور جس نے کوئی باقاعدہ فوجی تربیت بھی حاصل نہ کی ہو، وہ ہستی خدائی اجازت ملتے ہی دنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کے کردار کا مظاہرہ کرتی ہے۔

آپؐ نے دس سالہ مدنی زندگی میں تقریباً تیس غزوات میں شرکت فرمائی ہے (اور دوسرے بے شمار "سرایا" اس کے علاوہ ہیں)، فتح و نصرت نے ان سب میں آپؐ کے قدم چومے اور کہیں بھی آپؐ کو ہزیمت مہنیں اٹھانی پڑی۔ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جرنیل کو دیکھ لیجئے، اپنی زندگی میں پیش آنے والے معرکوں میں سے کسی نہ کسی معرکہ میں وہ شکست کھا گیا ہو گا، آپؐ کی یہ مسلسل کامیابیاں آپؐ کی بہترین عسکری قیادت اور بیمثال حربی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہیں۔ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد، جبکہ دنیا زندگی کے ہر میدان میں بے پناہ ترقی کر چکی ہے، علوم و فنون کے ساتھ ساتھ نئی ایجادات معرض وجود میں آ رہی ہیں اور ماہرین فن حرب نے پے در پے عملی تجربات کی روشنی میں اس فن کو عروج پر پہنچا دیا ہے، اگر آپ تاریخ کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں، تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دنیا نے سال ہا سال کی انتہک کوششوں کے بعد جن تدابیر جنگ کو کامیاب اور بہترین اصول جنگ قرار دیا ہے، پیغمبر اسلام

نبی اُمّی نے آج سے چودہ سو سال قبل ان اصولوں پر عمل کر کے دنیا کو ان سے روشناس کرا دیا تھا، آج بھی یورپ کے وہ ماہرین فن حرب جو مذہبی تعصب کے شکار نہیں ہوئے ہیں، آپ کی حربی صلاحیتوں اور کامیاب تدابیر کے معترف نظر آتے ہیں۔ لائف آف محمدؐ کے مصنف آپ کی انہی حربی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

”برخلاف اپنے مخالفین کے جو محض ہمت و شجاعت ہی رکھتے تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہنا چاہیے کہ فن حرب کی نئی راہ نکالی، مکہ والوں کی بے دھڑک اور اندھا دھند لڑائی کے مقابلہ میں خوب دُور اندیشی اور سخت قسم کے نظم و ضبط سے کام لیا۔“

بنیادی چیز جن کو کل کی طرح آج بھی جنگ میں فیصلہ کن تصور کیا جاتا ہے، فوجی قائد کی عسکری صلاحیت ہے۔

آئیے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ انسان نے نئے نئے تجربات کی روشنی میں فن حرب کو ایک مستقل سائنس کی حیثیت دے دی ہے ایک کامیاب فوجی قائد کو کن صفات کا حامل ہونا ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

فاضل محمود شیت خطاب نے اپنی کتاب ”الرسول القائد“ میں جدید قوانین جنگ، اور دنیا کے مشہور و معروف ماہرین فن حرب کی آراء کی روشنی میں ایک اچھے حربی قائد کی صفات کا نقشہ کچھ اس طرح پیش کیا ہے ۳۔

۱، صحیح اور سریع تجاویز دینا۔ ۲، شخصی شجاعت (۳) قوتِ ارادی کا حامل ہونا۔ ۴، ذمہ داری کو بلا تردد سنبھالنا (۵) مبادی جنگ سے واقفیت (۶) حوصلہ پیش قدمی (۷) بلند حوصلے کا مالک ہونا۔ (۸) دُور بینی (۹) ماتحت لوگوں کی نفسیات اور قابلیت کو سمجھنا (۱۰) فوج اور قائد میں باہم مکمل اعتماد ہونا۔ ۱۱، اس میں اور ماتحت لوگوں میں دو طرفہ محبت ہونا۔ ۱۲) شخصیت کا قوی ہونا (۱۳) بدنی قابلیت مسلم ہو۔ (۱۴) اس کی شریفانہ زندگی سب کو معلوم ہو۔ (۱۵) فوج اور رعایا کے ساتھ مکمل مساوات کا سلوک رکھنا ہو۔ (۱۶) باہمی مشورہ کرتا

۳۔ مضمون کے اس حصہ میں زیادہ تر استفادہ ”الرسول القائد“ اور ”اسلامہ اصول جنگ نامی کتاب کیا گیا ہے۔

ہو۔ (۱۷) اسالیب جدیدہ، یعنی جنگ میں حسبِ ضرورت نئے اسلوب اختیار کرنے کی صلاحیت کا مالک ہو۔

ان صفات پر تفصیلی گفتگو کی یہ سطر میں متحمل نہیں، ورنہ پوری وضاحت سے یہ بتا دیا جاتا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں کس جامعیت کے ساتھ یہ صفات موجود تھیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے بعض پر کسی قدر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے کہ آپؐ کس طرح ایک عظیم روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم عری قائد کی صفات سے بھی منصف تھے۔

**مساواة** عصرِ حاضر کے بعض معروف و مشہور جرنیلوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سپاہیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کو بہترین عسکری قیادت کی پہچان بتاتے ہیں۔ امریکہ کے جنرل واشنگٹن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دن عام لباس میں کہیں جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں چند سپاہیوں کو دیکھا جو ایک شہتیرا اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے، قریب ہی فوج کا افسر کھڑا تھا جو انہیں برابرِ حکم دینے میں مشغول تھا۔ واشنگٹن نے گھوڑے سے اتر کر افسر سے کہا، آپ بھی کیوں اس میں شامل نہیں ہو جاتے؟ افسر نے جواباً کہا، آپ نہیں دیکھتے کہ میں ان کا افسر ہوں اس پر واشنگٹن نے سپاہیوں کے ساتھ مل کر زور لگایا۔ شہتیرا اٹھا لیا گیا تو اس نے افسر سے کہا "آئندہ جب بھی آپ کو محنت کے کام میں کسی آدمی کی ضرورت پڑے مجھے بلا لیا کیجئے۔ میں آپ کا سپہ سالار واشنگٹن ہوں۔" ۷

اس میں شبہ نہیں کہ یہ واقعہ بھی اپنی جگہ عظیم الشان ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے ان جرنیلوں کو مساوات کا یہ درس کس نے دیا، وہ کون سا قائد تھا جس نے اپنے لیڈر آنے والے جرنیلوں کے لئے یہ سنہرا اصول چھوڑا ہے۔ اگر آپ نے تاریخ پڑھی ہے تو آپ کو یقیناً علم ہوگا کہ وہ قائد سرورِ دو عالم کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اجتماعی محنت و مشقت کے کاموں میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک عام مسلمان کی طرح آپ بھی پتھر اور گارا اٹھاتے

میں مصروف نظر آتے ہیں۔ غزوہ خندق میں حبیب مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے خندق کی کھدائی کرنی پڑی، آپ بھی دن رات خندق کی کھدائی اور مٹی نکالنے میں مصروف رہے بلکہ کھدائی میں جب بھی کوئی مشکل مرحلہ سامنے آیا جس سے دوسرے لوگ عاجز آئے، آپ ہی نے آگے بڑھ کر اس کو پائیہ تکمیل تک پہنچایا۔ اسی خندق کے موقع پر ایک صحابی نے مہوک اور فاقے کی شکایت کی اور قمیض اٹھا کر بتایا کہ بیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ آپ نے اپنا کمر تہ مبارک اٹھا کر دکھایا تو دو پتھر سیٹ پر بندھے ہوئے تھے۔ ایک سفر میں صحابہ نے بکری ذبح کی اور اس کو لپکانے کا کام آپس میں بانٹ لیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا، "میں جب گل سے لکڑی لاؤں گا۔ صحابہؓ نے لاکھ عرض کیا، آپ تکلیف نہ کریں جاں نثار کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں امتیاز پسند نہیں کرتا۔"

غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے پاس صرف ستر اونٹ تھے جو صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے۔ آپ کے ساتھ بھی ایک عام مسلمان کی طرح دو آدمی ایک اونٹ میں شریک تھے۔ ایک حضرت علیؓ اور دوسرے حضرت مرثد بن ابی مرثد، دونوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ سوار ہوں ہم پیدل چلیں گے۔ جواب میں آپ نے فرمایا: "تم دونوں مجھ سے طائفور نہیں ہو، اور نہ میں اجر و ثواب کے شوق میں تم سے کم ہوں۔"

دیکھا آپ نے پیغمبر اسلام نے محض زبانی بلند بانگ دعوؤں کے بجائے کس طرح مساوات کا عملی مظاہرہ کیا۔ ان فی ذلک لعلوة لمن کان له قلب او القی السمع وهو شہید۔

**مشورہ** ایک اچھے فوجی جرنیل کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مہماتی امور میں ماتحت افسروں، بلکہ سپاہیوں تک سے مشورہ کرے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ جنگی اور دوسرے معاملات میں ہمیشہ صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ حدیبیہ کے علاوہ اکثر غزوات میں آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ان کی رائے کو قبول کیا، یہاں تک کہ بعض مواقع پر آپ اپنی رائے تک سے دستبردار ہوئے اور صحابہ کی رائے کو قبول فرمایا۔ جلیسے غزوہ احد کے موقع پر آپ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن اس کے برعکس بعض صحابہؓ جیسے حضرت حمزہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور نعمان بن مالکؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ دشمن کو یہ خیال نہ رہے کہ ہم مدینہ سے

باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے سے ہچکچا رہے ہیں،

بلکہ حضرت حمزہؓ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ

”وَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْكِتَابَ لَا أَطْعَمُ الْيَوْمَ طَعَامًا حَتَّىٰ أَجِدَ لَهُمْ بَسِيفِي خَارِجَ الْمَدِينَةِ“

”میں اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں

گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کر لوں۔“

چنانچہ آپ اپنی رائے سے دستبردار ہوئے اور ان حضرات کی رائے کو قبول فرمایا۔

کسی بھی کامیاب فوجی کمانڈر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بڑے دل گروے کا مالک  
بلند حوصلگی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ فتح یابی کے نشہ میں آپے سے باہر ہو جائے اور اعتدال کی راہ چھوٹ

کر ظلم و ستم، قتل و غارت گری پر اتر آئے، نہ ایسا ہو کہ سخت خطرناک حالات میں حوصلہ ہار کر اپنے

نصب العین کو مہلک دے۔ آپ کو ان دونوں حالتوں میں اپنے اوپر اتنا کٹر طول تھا کہ عقلِ انسانی

اس کے تصور سے دنگ رہ جاتی ہے۔ احمد کی لڑائی میں جب مہاڑھی دستہ کی غفلت سے جنگ

کا پانسہ پلٹ گیا۔ اکثر مسلمانوں نے قدم پیچھے ہٹائے۔ خالد بن ولید کے اچانک حملے سے بڑے بڑے

دلیر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، مگر مجال ہے کہ آپ کے پائے ثبات اور قدم استقلال میں تزلزل

آئے، پتھر کھائے، تیروں، تلواروں اور نیزوں کی بارش ہو رہی ہے۔ خود کی کڑیاں سر مبارک

میں دھنس گئی ہیں۔ دندان مبارک شہید ہو چکا ہے، چہرہ اقدس زخمی ہو رہا ہے، مگر خدا کے

رسول کے استقامت میں ذرہ بھر فرق آجائے ناممکن ہے۔

یہ حدیں کا میدان کارندار ہے۔ دس ہزار تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ بڑے بڑے

دلیر اور بہادر کچھ وقتے کے لئے اس بارش کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ یہاں بھی تن تنہا

چند جانثاروں کے ساتھ آپ دشمن سے برسریکا نظر آتے ہیں۔ ادھر سے تیروں کی بارش ہو

رہی ہے۔ اور ادھر انا اللہی لا کذب اتا ابن عبدالمطلب، کا نعرہ بلند ہو رہا ہے۔

دوسری جانب فتح مکہ کے موقع پر آپ نے جس بلند حوصلگی کا مظاہرہ کیا، تاریخِ اسی

کی نظیر پیش منہیں کر سکتی۔



## شخصیت

کوئی بھی فوجی قائد قوی اور بہادر ہو، لیکن اس کی شخصیت عوام اور فوج کی نظروں میں کمزور ہو، اس کو حکم منوانے، نیز فوجی ڈسپلن قائم رکھنے میں سخت

دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ نے ابتداءً عمر سے دیکھا اور جانا تھا۔ نبوت سے قبل بھی ان میں عقیف، پاکدامن، امین اور مظلوموں کے حامی مشہور تھے اور ایمان لانے کے بعد تو آپ کے ہر اشارہ کو وہ حکم خداوندی سمجھتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ جذبہٴ اخوت و مساوات، ہمدردی وغیرہ صفتیں اس پر مستزاد تھیں پھر فوجی خدمات اور جنگی امور میں ان سب سے زیادہ تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی شخصیت کا اثر آپ کی فوجی مہمات میں نمایاں تھا۔

## فوری فکری حرکت یا تجویز

ایک بہترین فوجی قائد میں یہ وصف بھی ہونا چاہیے کہ وہ مہمات میں جلدی سوچنے اور فوری طور پر فیصلہ کرنے کی

اہلیت رکھتا ہو، تاکہ ضرورت کے وقت اس سے کام لیکر کارروائی کر سکے۔ اس سلسلہ میں صرف غزوہٴ خیبر اور خندق کا حال پڑھیے، آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ نے ان مواقع پر کس طرح سرعت فکر سے کام لیکر کامیابیاں حاصل کیں۔

## نیا اسلوب جنگ

جنگ میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا یا ایجاد کرنا جس کا دشمن کو تصور بھی نہ ہو اور وہ اس غیر متوقع اسلوب کی تاب نہ لا کر شکست کھا جائے، یا

مقابلہ سے باز آجائے، ایک کامیاب اور قابل فوجی قائد کی خصوصیات میں سے ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور غزوہٴ خندق میں یہی اسلوب اختیار فرمایا۔ مشرکین قریش عام عرب قاعدے کے مطابق کروفر کے اصول جنگ کے عادی تھے۔ بدر کے موقع پر آپ نے کروفر کے اصول کے بجائے صفت بندی کا اسلوب اختیار کیا، جو عرب دنیا کے لئے بالکل نئی شے تھی اور بالآخر وہ اس اسلوب سے مغلوب ہو گئے۔ اسی طرح غزوہٴ خندق کے موقع پر آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھدوائی۔ عرب خندق سے قطعاً ناواقف تھے، ان کے لئے یہ بالکل نیا اسلوب تھا، نتیجتاً ۲ ہزار کاشکر جبار نے نیل مرام واپس ہونے پر مجبور ہوا۔ اندرونِ شہر، سڑکوں، گلیوں میں لڑائی کے جو اصول آج مروج ہیں، غزوہٴ

بنو نضیر و بنو قریظہ اور عن وہ خیبر میں آپ نے انہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بالآخر قلعہ بند فوجوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا، جبکہ دوسری عالمگیر جنگ میں سلطان گراڈ میں شہر کے اندر کی لڑائی میں آخر تک جرمن روسیوں کو شکست زدے سکے۔

**چند دوسری امتیازی صفات** | آج ایک اچھے جرنیل کے لئے جن دوسری مثالی صفات کا حامل ہونا ضروری تصور کیا جاتا ہے آپ کی ذات اقدس میں وہ بھی بدرجہ اتم موجود تھیں جن میں چند ایک کا ذکر یہاں بے محل نہیں ہوگا۔

**کم سے کم جانوں کا ضیاع** | ایک کامیاب فوجی جرنیل کی یہ امتیازی صفت تصور کی جاتی ہے کہ وہ کم سے کم انسانی جانیں دے کر مطلوبہ مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائے۔ یہ صفت جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتے ہیں تو آپ کی ذات ہمیں اس بارے میں بالکل منفرد نظر آتی ہے۔ آپ نے ایک عظیم اسلامی سلطنت جس سے روم و فارس کی تاریخی سلطنتیں خوف زدہ تھیں، قائم کرنے، اور ایک عظیم انقلاب برپا کرنے کے لئے جتنی لڑائیاں لڑی ہیں، ان میں مجموعی طور پر تقریباً ایک ہزار انسانی جانیں ضائع ہوئی تھیں۔ موجودہ زمانے کی جنگ کی تباہ کاریاں ملاحظہ ہوں۔ صرف دو عظیم جنگوں میں اندازاً آٹھ کروڑ آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ لاکھوں عورتوں، بچوں، بے گناہوں کی تباہی اس کے علاوہ ہے

**فوج کی حفاظت** | عسکری قیادت کی ایک بڑی خوبی یہ تصور کی جاتی ہے کہ قائد اپنی فوج، سامان جنگ اور ذرائع حمل و نقل کی حفاظت پورے طور پر کرے۔ سرور دو عالم نے یہ فرائض جن خوش اسلوبی سے انجام دیئے ہیں تاریخ و سیرت کی کتابیں اس کی شاہد عدل ہیں۔

**فوجی نقل و حرکت کی صلاحیت** | ایک فرض شناس عربی قائد کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ پوری سرعت اور تیزی کے ساتھ فوجوں کو حسب ضرورت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکے۔ آپ نے اس فرض کو جس حسن و خوبی سے پورا کیا ہے، دنیا کی جدید فوجوں میں بھی اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ مدینہ

منورہ کے دُور ہوتے ہوئے اور نقل و حمل کے وسائل کے فقدان کے باوجود آپ نے جس سرعت اور تیزی کے ساتھ تبوک، دومتہ اور فلسطینی میدانوں میں فوج پہنچائی، آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کی روشن مثالیں ہیں۔

آج اس فوجی کمانڈر کو بہادر اور کامیاب سمجھا جاتا ہے جو کبھی کبھار جنگ میں خود حصہ لینا خود بھی میدان جنگ میں کود پڑتا ہو۔ اس سے ایک طرف اگر اس کی بہادری کا احساس دلوں میں جم جاتا ہے، تو دوسری طرف لڑنے والے فوجیوں کے حوصلے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جب ہم آپ کی سیرت اقدس پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ بہت سی لڑائیوں میں عام مسلمانوں کے ساتھ برابر سر بیکار نظر آتے ہیں۔ جب بھی میدان جنگ میں مشکل وقت کا احساس فرمایا بے دھڑک میدان جنگ میں تشریف لائے اور عام مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑائی میں حصہ لیا، جس سے آپ کی بے پناہ شجاعت، بہادری اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔